ہندو مسلم اتحاد کے متعلق تجاویز

از

سیدنا حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ہندو مسلم اتحاد کے متعلق حضرت امام جماعت احمدیہ کی تجاویز

مسلمانوں کے مذہبی و سیاسی حقوق کی حفاظت کا انتظام

(تحریر فرمودہ یکم ستمبر ۱۹۲۷ء بمقام کنگز لے شملہ)

(شملہ میں ۷ ستمبر ۱۹۲۷ء کو تمام فرقوں کے لیڈروں کی جو کانفرنس مسئلہ اتحاد کے متعلق غور و خوض کرنے کے لئے منعقد ہوئی اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ اس موقع پر اتحاد کے بارہ میں حضور نے جو بیس امور پیش فرمائے ان کا ترجمہ درج ذیل ہے۔)

۱۔ ہر جماعت کو اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کی اور دوسروں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کی پوری آزادی ہونی چاہئے لیکن ناجائز ذرائع نہیں استعمال کرنے چاہئیں۔

۲۔ کسی جماعت کے مذہب یا بانیٔ مذہب یا دوسرے پاکباز لوگوں کے متعلق جن کو کوئی فرقہ قابل تعظیم سمجھتا ہو، گندی اور معاندانہ تحریروں اور تقریروں کا سدّباب ہونا چاہئے اور کسی قوم کے مذہب پر کسی ایسے عقیدہ یا دستور کی بناء پر جس کو وہ قوم اپنے مذہب کا جزو نہ سمجھتی ہو، کوئی اعتراض نہ کیا جائے۔ متعلقہ جماعتیں اس کے متعلق ذمہ دار سمجھی جائیں اور ایسا کرنے والے کا اس کی قوم کی طرف سے بائیکاٹ ہونا چاہئے یا کوئی دوسری مناسب سزا اس کو ملنی چاہئے حتیٰ کہ وہ اپنی قابل اعتراض تصنیف یا تحریر کو علانیہ تلف کر دے اور غیر مشروط معافی مانگے۔

۳۔ ہر قوم کو مکمل آزادی ہونی چاہئے کہ وہ اپنے افراد کی اقتصادی اصلاح کر سکے اور کہ ان کو کاروبار کرنے یا دکانیں کھولنے کی ترغیب دے اور ان کی سرپرستی کی تحریک کرے۔ یہ بات خصوصیت سے مسلمانوں کی حالت پر عائد ہوتی ہے کیونکہ وہ اس میدان میں بہت پیچھے ہیں اور اقتصادی آزادی کیلئے ان کا تجارت کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔

۴۔ ممکن ہے کہ ہندو مسلمانوں سے اپنے بعض مذہبی عقائد کی بناء پر چھوت چھات کرتے ہوں۔ مگر مسلمانوں کی اقتصادی حالت پر اس کا بہت بُرا اثر پڑ رہا ہے جو کہ آزادانہ ہندو دکانداروں سے تمام اشیاء خریدتے ہیں۔ حالانکہ ہندو اکثر اشیاء مسلمانوں سے نہیں خریدتے۔ لہٰذا کسی دشمنی کے جذبات سے متاثر ہو کر یا انتقام کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کی اقتصادی اصلاح کیلئے ہم ان میں اس تحریک کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ ان اشیاء کی دکانیں کھولیں جو ہندو ان سے نہیں خریدتے اور مزید برآں ہم اپنے ہم مذہب لوگوں کو یہ بھی تلقین کر رہے ہیں کہ وہ ایسی اشیاء صرف مسلم دکانداروں سے لیں۔ چونکہ یہ تحریک مسلم قوم کیلئے ایسی ہی مفید ہے جیسے کہ سودیشی تحریک ہندوستان کے لئے سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے ہم امید کرتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ہماری کوششیں کسی انتقام یا دشمنی کی بناء پر نہ سمجھی جائیں۔

۵۔ کسی قوم کے مذہبی یا سوشل عقائد سے کوئی تعرض نہ ہونا چاہئے۔ اگر مسلمان گائے ذبح کرنا چاہیں تو ان کو پوری آزادی ہونی چاہئے۔ اسی طرح عیسائیوں، سکھوں، ہندوؤں کو سؤر مارنے یا جھٹکے کرنے یا باجہ بجانے میں پوری آزادی ہو۔ مگر کوئی فعل بھی ایسی طرز میں نہ ہونا چاہئے جس سے دوسری قوم کے احساسات کے مجروح ہونے کا احتمال ہو۔ مثلاً مسلمانوں کو قربانی کی گایوں کا جلوس نہ نکالنا چاہئے یا کسی اور طرح بھی ان کی خواہ مخواہ نمائش نہ کرنی چاہئے اور یہی طریق سؤر یا جھٹکے کے متعلق ہونا چاہئے۔ ہمارے خیال میں مسلمانوں کو باجہ بجائے جانے پر کوئی اعتراض نہ ہونا چاہئے۔ مگر یہ نہایت انسب ہو گا کہ اگر قانون کی رو سے عبادت کے وقت معابد کے سامنے باجہ بجانا ممنوع قرار دیا جا سکے۔

۶۔ مذہبی امور میں ہر قوم کو مکمل آزادی ہونی چاہئے اور اس اصل کو ہندو مسلم اتحاد کا ایک ضروری جزو قرار دینا چاہئے۔ بدقسمتی سے اس وقت بھی بہت سی ایسی جگہیں ہیں۔ خاص کر پنجاب میں جہاں مسلمانوں کی قلیل آبادی کو اذان دینے یا مساجد تعمیر کرنے کی اجازت نہیں۔ اسی طرح بعض دیسی ریاستوں میں تبلیغ کے راستہ میں رکاوٹیں پیدا کی جاتی ہیں۔

۷۔ پرائیویٹ بینکرز کا مروجہ ساہوکارہ طریق نہایت قابل اعتراض ہے اور اگرچہ ایسے ساہوکار ہندو اور مسلم میں کوئی تمیز روا نہیں رکھتے مگر پھر بھی زیادہ نقصان مسلمانوں کا ہی ہوتا ہے اور اس وجہ سے سینکڑوں ہزاروں خاندان تباہ ہو گئے ہیں۔ بدقسمتی سے جب بھی ہم نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور مسلمانوں کو 'گورنمنٹ کوآپریٹو بنکوں کے ساتھ لین دین کی

تلقین کی تو ہمیشہ ہم پر ہندوؤں سے بائیکاٹ کرانے کا الزام لگایا گیا۔ لہٰذا اس کے متعلق ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ ہندوؤں کو ایک ایسا قانون پاس کرانے میں جس کی رو سے پرائیویٹ ساہوکارہ باضابطہ ہو سکے ہماری مدد کرنی چاہئے اور ہماری کوششوں کو جو ہم مسلم رقبوں میں مسلمانوں کے فائدہ کیلئے کوآپریٹو بنک کھلوانے کے سلسلہ میں کریں' فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے کا ذریعہ نہ بنائیں۔

۸۔ مسلمان تعلیم میں بہت پیچھے ہیں۔ اس لئے وہ سرکاری ملازمتوں میں اپنا جائز حصہ نہیں حاصل کر سکتے اور یہ ظاہر ہے کہ ان کی مدد کرنے کی بجائے ان کے راستہ میں روڑے اٹکائے جا رہے ہیں۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلمانوں پر تمام ترقیوں کے دروازے عملی طور پر بند ہو گئے ہیں۔ اس لئے ہمارا مطالبہ ہے کہ جہاں تک ہمسایہ اقوام کی طاقت میں ہے۔ اس معاملہ میں تناسب اعداد کے لحاظ سے مسلمانوں کو سہولتیں بہم پہنچائی جائیں اور جس طرح کہ ملازمتوں کو ہندوستانیوں کے لئے مخصوص کرنے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے' مختلف قوموں کے تناسب کے لحاظ سے بھی ملازمتوں میں ان کی نیابت منظور کی جائے۔ اور ہر صوبہ میں ہر قوم کی نیابت اس کی تعداد کے لحاظ سے ہونی چاہئے۔

۹۔ یہ بات بطور اصل تسلیم کی جائے کہ جس صوبہ میں جو قوم زیادہ تعداد میں ہو وہ کونسل میں قلیل تعداد نہ رکھے۔ اور جب کسی قلیل التعداد قوم کو خاص مراعات دینا ہوں تو یہ مذکورہ بالا اصول کے عین مطابق کیا جائے۔

۱۰۔ یونیورسٹیوں کے بارہ میں بھی یہی اصل ہونا چاہئے کیونکہ یہ ضروری ہے کہ ہر صوبہ کی ذہنی بالیدگی ایسی قوم کے سپرد کی جائے جس کی تعداد اس صوبہ میں زیادہ ہو۔

۱۱۔ صوبہ سرحدی میں اصلاحات کا نفاذ اسی طرح اور اسی حد تک ہونا چاہئے جہاں تک کہ دوسرے صوبوں میں ہے اور اس صوبہ میں ہندوؤں کو وہی حقوق دیئے جائیں جو مسلمانوں کو ان صوبوں میں ملے ہیں۔ جہاں وہ قلیل التعداد ہیں۔

۱۲۔ سندھ اور بلوچستان ایک علیحدہ صوبے کی صورت میں تبدیل کر دیئے جائیں اور ہندوؤں کو وہی حقوق دیئے جائیں جو مسلمانوں کو ان صوبوں میں حاصل ہیں جہاں وہ قلیل التعداد ہیں۔

۱۳۔ چونکہ دیسی ریاستوں کو بھی برٹش انڈیا کے ہم پایہ ہونا چاہئے۔ اس لئے یہ فیصلہ ہو

جانا چاہئے کہ کسی ریاست میں وہاں کی حکمران قوم کو قطع نظر اس کی تعداد کے بعض خاص حقوق دیئے جائیں اور اس کی فوقیت ہونی چاہئے۔ بنا بریں حیدر آباد ہمیشہ ایک مسلم ریاست رہے۔ جس میں مسلمانوں کو فوقیت ہو اور کشمیر ایک ہندو ریاست رہے جہاں کہ ہندوؤں کو فوقیت حاصل ہو۔ میرے خیال میں حکمران قوم کو قطع نظر اس کی تعداد کے ۶۰ فیصدی حقوق ملنے چاہئے۔

۱۴۔ مختلف صوبہ جات کے اختیارِ خود انتظامی کے اصول کو اس شرط پر تسلیم کرنا چاہئے کہ ایسے صوبہ جات ہمیشہ مرکزی حکومت کے قواعد و آئین کے اندر رہیں گے۔

۱۵۔ مخلوط انتخاب کا طریقہ اصولاً صحیح ہے مگر ہندوستان کی موجودہ حالت کے مطابق نہیں اور ہمارے خیال میں یہ مسلم مفاد کے لئے خطرناک ہے۔ بہرحال جماعت احمدیہ اور پنجاب کے مسلمان اور بعض دوسرے صوبوں کے مسلمان بھی فی الحال مخلوط انتخاب کے طریقہ کو منظور کرنے کیلئے تیار نہیں۔ اس لئے ہمارا مطالبہ ہے کہ جداگانہ انتخاب کا حق مسلمانوں کے لئے جاری رہنا چاہئے۔ اور دوسری جماعتوں کو بھی جو اسے پسند کریں ' ملنا چاہئے اس اصل کو کانسٹی ٹیوشن (CONSTITUTION) میں اس طرح شامل کیا جاوے کہ جب تک منتخب مسلم ممبران اسمبلی میں سے ۳/۴ متواتر ۳۔ اسمبلیوں میں اس کی تنسیخ کے لئے رائے نہ دیں ' نہ بدلا جائے۔ اور پھر مخلوط انتخاب کا طریقہ اس وقت تک اس صوبہ میں رائج نہ کیا جائے جب تک ممبران کی کثیر تعداد اس کے مخالف ہو۔ اور کانسٹی ٹیوشن میں ایسی دفعہ موجود ہونی چاہئے جس کی رو سے مخلوط انتخاب کا فیصلہ ہو جانے کے بعد بھی اگر کسی وقت مسلم ممبروں کی تین چوتھائی اس کو اپنے حق میں مضر خیال کرنے لگے اور پھر جداگانہ انتخاب کی طرف عود کرنا چاہئے تو اس معاملہ کا تصفیہ مسلمان رائے دہندگان کے مشورے پر چھوڑا جائے۔ تاہم مخلوط انتخاب بطور تجربہ ایک ایسے صوبہ میں رائج کیا جائے جس کی قلیل التعداد اقوام اس کے رواج کو پسند کریں۔ مثلاً بمبئی میں یہ ہو سکتا ہے اگر سندھ کو اس سے علیحدہ کر دیا جائے۔

۱۶۔ مذہبی امور میں سے کوئی بات فیصلہ نہ کی جائے جب تک اس قوم کے تین چوتھائی ممبر جس پر اس کا اثر پڑ سکتا ہے اس کے حق میں رائے نہ دیں اور فیصلے کرنے کے بعد بھی اگر اتنی ہی تعداد ممبروں کی اس کو چھوڑنا چاہئے تو اس کو چھوڑ دیا جائے۔

۱۷۔ اس وقت تمام فرقہ وارانہ مخالفت اور لڑائیوں میں ایک قوم دوسری قوم کو

پیش دستی کا الزام دیتی ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ اتحاد کانفرنس کے آخری فیصلہ سے پہلے یا تو یہ طے ہو جائے کہ تمام مصائب کی ذمہ داری کس قوم پر ہے۔ یا پھر یہ طے ہو جانا چاہئے کہ اگر آئندہ کوئی رنجیدہ واقعہ ہو تو کسی فریق کو گذشتہ واقعات کا حوالہ دینے کی اجازت نہیں ہوگی۔ ورنہ فطرتاً یہ خیال پیدا ہوگا کہ ذمہ داری کے اظہار کے ڈر سے صلح کی جارہی ہے۔

۱۸۔ ہر صوبہ میں ایک بورڈ بنایا جائے جس کی شاخیں تمام اضلاع میں ہوں اور جب بھی کوئی فرقہ وارانہ مخاصمت پیدا ہو تو لوکل بورڈ کے ممبروں کو فوراً جائے وقوع پر پہنچ کر تفتیش کرنی چاہئے اور جس قوم کی طرف سے ابتداء ثابت ہو اس کے لیڈروں کو اسے مناسب سزا اور مظلوم پارٹی کو ہر ممکن طریق سے مدد دینی چاہئے۔

۱۹۔ انڈین نیشنل کانگریس صحیح معنوں میں قومی جماعت ہونی چاہئے اور ہر خیال اور عقیدہ کے لوگوں کو اس کا ممبر ہونے کی اجازت ہو اور حلف وفاداری صرف انہیں الفاظ میں لیا جانا چاہئے کہ:-

"میں اپنے آپ کو ہندوستانی سمجھتا ہوں اور ہمیشہ ہندوستان کی بہبودی کو مد نظر رکھوں گا۔"

اس کے سوا ممبری کیلئے کوئی شرط نہیں ہونی چاہئے تا کہ ہر خیال اور عقیدہ کے لوگ اس میں شامل ہو سکیں۔ بے شک کثیر التعداد جماعت کو کانگریس کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہئے۔ مگر جیسا کہ برٹش پارلیمنٹ میں دستور ہے مخالف پارٹیوں کو اپنے خیال کے مطابق کام کرنے کی آزادی ہونی چاہئے۔ ہمارے خیال میں صرف یہی طریقہ ہے جس سے کہ ہندوستانی متحد ہو سکتے ہیں۔

۲۰۔ ہر قوم یا فرقہ کو اس کی اپنی تنظیم سے متعلقہ باتوں میں کامل آزادی ہونی چاہئے تا کہ وہ اپنے مفاد کی حفاظت کر سکے۔

خاکسار

مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ

کنگزلے شملہ

یکم ستمبر ۱۹۲۷ء

(الفضل ۱۴ ستمبر ۱۹۲۷ء)